

شکر گزاری: استحقاق سے ماوراء نعمتوں کا اعتراف

ہم ایسی آسائشوں کے حصار میں زندگی گزار رہے ہیں جن کے ہم اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ شاید ہی کبھی انہیں نعت سمجھ کر ان پر غور کرنے کے لیے رکھتے ہوں۔ بجلی، صاف پانی، ادویات، تعلیم، یا محض تحفظ کا احساس — ہم اکثر ان چیزوں کو اپنا "حق" تصور کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم گہرائی سے غور کریں، تو ہمیں احساس ہوگا کہ ہمیں حاصل کسی بھی چیز پر ہمارا کوئی حق واجب نہیں تھا۔ ہمیں ملنے والا ہر تحفہ، ہر وسیلہ اور ہر موقع اللہ کی محض رحمت اور اس کے فضل کا مرہونِ منت ہے۔

یہی ادراک کہ "ہم ان چیزوں کے پیدا انکی طور پر مستحق نہیں تھے جن سے ہم لطف اندوز ہو رہے ہیں"، شکر گزاری کی بنیاد بنتا ہے۔

استحقاق کا مغالطہ

ایک ایسے بچے کا تصور کریں جو ان سہولتوں کے بغیر پیدا ہوا ہو جنہیں ہم زندگی کا لازمی جزو سمجھتے ہیں، جیسے کہ ایک آرام دہ بستر، صاف ستھرے کپڑے یا اچھے اسکول تک رسائی۔ وہ بچہ، یہ جانے بغیر کہ یہ آسائشیں وجود بھی رکھتی ہیں، خود کو محروم محسوس نہیں کرتا۔ وہ بچہ گلیوں میں دوڑ سکتا ہے، عارضی کھلونوں سے کھیل سکتا ہے اور کھل کر ہنس سکتا ہے۔ محرومی کا احساس صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب موازنہ سامنے آئے — یعنی جب وہ دوسروں کو فراوانی میں گھرا ہوا دیکھتا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آسائشوں پر ہمارا انحصار کوئی فطری ضرورت نہیں ہے۔ زندگی ان بہت سی چیزوں کے بغیر بھی ممکن ہے جنہیں ہم نے آج "ضروریات" کا نام دے دیا ہے۔ ان کی عدم موجودگی شاید محسوس بھی نہ ہوتی اگر موازنہ اسے بیدار نہ کر دیتا۔ جس چیز کو ہم ایک معمولی بات سمجھتے ہیں، وہ درحقیقت ایک غیر معمولی نعمت ہے۔

خوف اور شکر: ادراک کے دورِ خ

کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مذہب کی جڑیں خوف میں پیوست ہیں: کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مذہب کی بنیاد خوف پر ہے: خدائی سزا کا خوف، موت کا خوف، اور نقصان کا خوف۔ لیکن جیسا کہ مولانا مین احسن اصلاحی نے بڑی خوبصورتی سے وضاحت کی ہے، مذہب کی اصل بنیاد **نعمتوں کا اعتراف** ہے۔ خوف بذاتِ خود اکثر کسی نعمت کی موجودگی کا پتہ دیتا ہے۔

• ہمیں صحت کھونے کا خوف صرف اس لیے ہے کیونکہ صحت خود ایک نعمت ہے۔

• ہمیں مالی عدم تحفظ کا ڈر صرف اس لیے ہے کیونکہ ہم نے کبھی مالی استحکام کا مزہ چکھا ہے۔

• ہمیں موت کا خوف صرف اس لیے ہے کیونکہ زندگی قیمتی ہے۔

چنانچہ خوف شکر گزاری کی نفی نہیں کرتا بلکہ اسے بیدار کرتا ہے۔ نعمتوں کا اعتراف خوف سے پہلے آتا ہے؛ فضل کا شعور ذمہ داری کے خوف سے پہلے آتا ہے۔

شعور: شکر گزاری کی کلید

شکر گزاری خود بخود پیدا نہیں ہوتی؛ یہ خود شناسی اور ہوش مندی کا متقاضی ہے۔ جب انسان اس حقیقت پر غور کرتا ہے کہ "میں ان آسائشوں کے بغیر بھی توجی سکتا تھا، مگر اللہ نے پھر بھی مجھے یہ عطا کیں"، تو اس سے عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ یہی عاجزی دل کو نرم کرتی ہے اور شکر گزاری کو ایک لازمی ذمہ داری بنا دیتی ہے۔

غور و فکر کے بغیر شکر گزاری محض سطحی الفاظ تک محدود رہتی ہے، لیکن شعور کے ساتھ یہ ایک ایسی زندہ قوت میں بدل جاتی ہے جو انسان کے کردار اور طرزِ عمل کو ڈھالتی ہے۔

شکر گزاری کا عملی مظاہرہ

حقیقی شکر گزاری صرف الحمد للہ ایسے الفاظ تک محدود نہیں ہے؛ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہمارا طرزِ عمل ہمیں ملنے والی نعمتوں کے مطابق ہو۔

- اپنی دولت کو نمود و نمائش کے بجائے ضرورت مندوں کی مدد کے لیے استعمال کرنا۔
- وقت کو فضولیات میں ضائع کرنے کے بجائے با مقصد کاموں میں صرف کر کے اس کی قدر کرنا۔
- غفلت کے بجائے ذمہ دارانہ انتخاب کے ذریعے اپنی صحت کی حفاظت کرنا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"جو شخص تھوڑی نعمت پر شکر گزار نہیں ہوتا، وہ زیادہ پر بھی شکر ادا نہیں کرے گا۔" (مسند احمد)

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شکر گزاری ایک ایسی عادت ہے جسے روزمرہ کی زندگی میں پروان چڑھایا جاتا ہے، نہ کہ یہ کوئی ایسا رد عمل ہے جسے صرف بڑے مواقع کے لیے بچا کر رکھا جائے۔

حاصل کلام: نعمتوں سے عبادت تک

مذہب کی بنیاد خوف پر نہیں بلکہ نعمتوں کے ادراک پر قائم ہے۔ خوف ہمیں یہ یاد دلانے کے لیے آتا ہے کہ ہم کیا کھو سکتے ہیں؛ جبکہ شکر اس اعتراف سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے کبھی ان چیزوں کو اپنی محنت سے حاصل نہیں کیا تھا۔ یہ دونوں چیزیں ہمیں عطا کرنے والے کے سامنے عاجزی کی طرف لے جاتی ہیں۔

جب غور و فکر گہرا ہوتا ہے، تو شکر گزاری عبادت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس طرح شکر گزاری مذہب کا آغاز بھی ہے اور انجام بھی: ایک ایسا زاویہ نظر جس کے ذریعے ہم زندگی کو اپنا استحقاق نہیں، بلکہ ایک تحفہ سمجھتے ہیں۔